میر سب کے لیے

محمد اسماعیل جوئیہ

Muhammad Ismail Joyia

Ph.DScholar, Department of Urdu,

Islamia University, Bahawalpur.

ڈاکٹر احمد حسین ہادی

Dr.Ahmad Hussain Hadi,

Houston,America.

Abstract:

Mir Taqi Mir is the greatest poet of Urdu literature. He was called the emperor of ghazal in every era. In the world of ghazal, no poet has reached the place of Mir, nor has anyone claimed to be Mir's companion. Almost all the poets who came after Mir considered following Mir as a mistake. In fact, Mir's poetry is an expression of pain, sorrow and tears. He has molded his entire poetry into a mold of grief. As if not ghazal, their grief has come out of the veil of reality and has been molded into ghazal. That is why there is alonging, asobs, frustrations and failures in his words. Maybe there is afire in his chest. In his poetry, Mir has presented his personal grief as universal grief and it is open The fact is that your grief seems to do minate the grief of the world. That's why musicians acquaint singers with grief in order to create suzugdaz. Mir has the same state of grief that has made his grief universal.

اردو شاعری کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا اور بہت کچھ لکھا جائے گا شاعر دراصل معاشرے کا ترجمان ہوتا ہے۔ وہ جو کچھ اپنے آس پاس دیکھتا ہے۔ اس کو اپنے انداز سے شعروں کے آئینے میں ڈھال دیتا ہے ہر شاعر کا اپنا رنگ ہے اور اندازِ بیاں مگر میر کے انداز بیاں کو بہت سے استاد شعراء نے سراہا۔ میر نے اپنی شاعری کے اندر لفظوں اور موضوعات کو جس نئے انداز اور تجربے سے برتا ہے وہ بہت کم شعرا کے ہاں دکھائی دیتا ہے گویا میر کے ہاں ''ہزار رنگ'' ہیں اور ہر رنگ میں قاری کو اپنا عکس دکھائی دیتا ہے۔ لہٰذا شاعری کی دنیا میں یوں لگتا ہے کہ ''میر سب کے لیے'' ہیں۔

میر کی شاعری کا سب سے گہرا اور گوڑھا رنگ عشق و محبت کا رنگ ہے وہ اپنے محبوب سے ٹوٹ کر عشق کرتے ہیں آپ کا عشق سچا بھی ہے اور کھرا بھی۔ وہ اپنے عشق کی خاطر بھوک بھی برداشت کرتے ہیں اور تنگ دستی بھی۔ وہ اپنے محبوب کے عشق میں اپنے وطن کی محبت کو بھی قربان کر دیتے ہیں وہ ایک جگہ اپنے ایک شعر میں یوں اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

غربت ہے دل آویز بہت شہر کی اُس کے

آیا نہ کبھو ہم کو خیال اپنے وطن کا(۱)

میر نے بہت تھوڑے الفاظ اور چھوٹی بحر کی غزلیں لکھ کر اپنا مدعا بیان کرنے کی دل فریب کوشش کی ہے۔ میر دیوانگی کی حد تک اپنے محبوب سے پیار کرتے ہیں۔ میر انتہائی لطیف اور سادہ انداز میں اپنے محبوب کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ اپنے محبوب کے ناز و انداز اور نخروں کو مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں۔ وہ اپنے محبوب کے بالوں، گالوں، آنکھوں، لبوں اور کمر کو بڑی رنگینی اور دلکشی سے بیان کرتے ہیں۔ وہ اپنے محبوب کے عشق میں دنیا سے کنارہ کش ہو کر دیوانے ہو گئے ہیں۔ ایک جگہ یوں لکھتے ہیں:

رفتہ رفتہ اس پری کے عشق میں

میر سا دانا ، دوانا ہو گیا(۲)

میر لفظوں میں ایسے رنگ بھرتے ہیں جو خوش نما بھی ہیں اور دل رُبا بھی۔ میر نے اپنی غزلوں کے اندر بے بہا موضوعات کو بیان کیا اور ہر موضوع کے ساتھ پورا انصاف برتا۔ وہ اپنی شاعری میں ایسی رنگ برنگی تتلیاں چھوڑتے ہیں جو دیکھنے والے کی آنکھوں کو بھا جاتی ہیں۔ میر کے موضوعات میں سب سے بھاری اور جان دار موضوع عشق اور واردات عشق ہے۔ یہ عشق حقیقی ہو یا مجازی۔ وہ اس میں کامیاب دکھائی دیتے ہیں۔ ایک جگہ پہ عاصمہ وقار اپنی ایک کتاب میں میر کی غزل کے بارے میں یوں لکھتی ہیں:

''میر کی غزل عشق کی داستان ہے۔ حُسن کی مصوری بھی عشق کے حوالے سے ہوتی ہے۔ میر کے یہاں حسن کی مصوری بھی ہے۔ مگر میر کا مخصوص میدان وارداتِ عشق ہے۔ جو زندگی کو معنی اور مقصد سمت اور جہت گہرائی اور حسن دیتا ہے۔ یہ عشق جسم کا ہو یا روح کا حقیقی ہو یا مجازی، یہ قدروں سے عشق ہو یا ایک تہذیب سے افکار سے ہو یا جذبات کے طوفان سے زندگی کے نہاں خانے کی کلید بن جاتا ہے۔''(۳)

میر تقی میر کائنات کی بے ثباتی اور دنیا کے فانی ہونے کا ذکر بھی اپنی شاعری میں کرتے ہیں۔ اس طرح کا رنگ اکثر جگہ پر ان کی شاعری میں پایا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں یہ دنیا ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے۔ جو انسان اس دنیا میں آیا ہے، وہ ایک دن اس دنیا کی رنگینی کو چھوڑ کر راہیٔ ملکِ عدم ہو جائے گا۔ لہٰذا اس دنیا میں اپنے آپ کو زیادہ مشغول نہ کرو۔ کیوں کہ ایک دن آپ نے یہ دنیا چھوڑ کر چلے جانا ہے۔ یہ عارضی جگہ ہے، جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے یہ میلے، یہ رونقیں، یہ بازار اس طرح سجے رہیں گے اور آپ ایک دن خالی ہاتھ چلے جائیں گے اور آپ کو چاہنے والے پسند کرنے والے حسرت بھری نظروں سے آپ کو دیکھتے رہیں گے اور لوگ آپ کو کاندھوں پر اٹھا کر لے جائیں گے۔ اس موضوع کو میر تقی میر نے اپنے انداز سے یوں بیان کیا ہے:

''اِس کارواں سرائے کے ہیں لوگ رفتنی

حسرت سے ان کا کرتے ہیں نظارہ درد مند''(۴)

عشق و محبت کے ساتھ ساتھ میر کی غزلوں میں مذہبی اور عارفانہ رنگ بھی پایا جاتا ہے۔ ان کے دیوان میں اس طرح کا مِلا جلا انداز بہت سی جگہوں پہ پایا جاتا ہے۔ ایک جگہ پہ جمیل احمد آپ کے اس رنگ کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

''اُس زمانے کے شعرا کی ایک مشترکہ خصوصیت شاعری میں تصوف و معرفت کی آمیزش ہے۔ اس وقت کی سوسائٹی کے ماحول پہ تصوف کا رنگ کچھ اس طرح چھایا ہوا تھا کہ ہر شاعر کے ہاں اِس رنگ کے اشعار ملتے ہیں۔ میر اس میں بھی کسی سے کم نہیں۔ بلکہ اِس قسم کے اشعار اُردو شاعری کے لیے آج بھی باعثِ ناز ہیں۔''(۵)

شاعری احساسات، جذبات اور خیالات کے اظہار کا نام ہے۔ میر تقی میر نے اپنی شاعری میں لوگوں کے احساسات کو بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں بہت سے کام لوگ صرف دکھاوے کے طور پر کرتے ہیں۔ ان کا نقطۂ نظر کچھ اور ہوتا ہے۔ وہ دکھاوے کی نمازیں، روزے اور حج کرتے ہیں، جب ایسے متقی اور پرہیزگار لوگ نمازیں پڑھنے والے، روزے رکھنے والے اور حج کرنے والے بُرے کاموں سے باز نہیں آتے۔ ملاوٹ اور بے ایمانی سے باز نہیں آتے، اپنے اخلاق کو بہتر نہیں کرتے۔ ہمسائیوں کے حقوق کا خیال نہیں کرتے، بڑوں اور چھوٹوں کا ادب و احترام نہیں کرتے تو پھر ان کو حج کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ایک جگہ پہ میر تقی میر اپنی غزل کے ایک شعر میں اس موضوع پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ذرا شعر دیکھیں:

حج سے کوئی آدمی ہو تو سارا عالم حج ہی کرے
مکے سے آئے شیخ جی لیکن وے تو وہی ہیں خر کے خر(۶)

میر جہاں عورتوں سے عشق و محبت کرنے کے رسیا ہیں وہاں پر انھوں نے ہندوستان کے لڑکوں سے بھی عشق کیا جس طرح وہ اپنی شاعری میں عورتوں کے ناز و نخرے بیان کرتے ہیں اِسی طرح وہ لڑکوں کے حُسن کو بھی بڑی دلچسپی اور لگن سے بیان کرتے ہیں۔ وہ ہندوستان بالخصوص برہمنوں کے لڑکوں کے بارے میں اس طرح کے اکثر اشعار ان کے ہاں نظر آتے ہیں ایسے اشعار سے میر کی رنگین مزاجی اور شوخی واضح نظر آتی ہے۔ میر کے ہاں یہ ایک ایسا موضوع ہے جو دیگر شعرا کے ہاں ہمیں نظر نہیں آتا۔ ایک شعر دیکھیں:

لڑکے برہمنوں کے صندل بھری جبیں
ہندوستاں میں دیکھے سو اُن سے دل لگاتے(۷)

میر کی حُسن پرستی، محبت اور عشق کے بارے میں ایک جگہ یحییٰ امجد اپنی کتاب ''فن اور فیصلے'' میں یوں رقم طراز ہیں:

''میر کی شخصیت میں حُسن پرستی کا رجحان بھی تھا اور ان کا ذوق جمال نہایت بالیدہ مگر نیم جنسی تھا۔ جنس کے اعتبار سے بھی میر پوری طرح معتدل نہ تھے۔ لیکن صرف امرد پرستی کا رجحان بھی ان سے منسوب کرنا سطحی سی بات ہوگی۔ حقیقت میں وہ کچھ دوجنسی قسم کے آدمی تھے مردانہ حسن میں غالباً وہ صرف تحسین جمال کی حد تک کا میلان رکھتے تھے۔ جس میں ہلکی رو نیم جنسیت کی بھی نظر آتی ہے۔''(۸)

میر کی پوری شاعری میں ہمیں دکھ درد اور رنج والم کی ایک فضا چھائی ہوئی نظر آتی ہے۔ وہ غم اس کی اپنی محبوبہ کا ہو یا دنیا کے مختلف پہلوؤں کا سوز و گداز، رنج، افسوس اور غم کی لہر کی وجہ سے میر کو دکھ کا شاعر بھی کہا گیا ہے۔ اپنی بے بسی، بے کسی اور دنیا کی

بربادی جیسے موضوعات میر کی شاعری میں بہت سی جگہ پہ پائے جاتے ہیں۔ایک جگہ ایک غزل دیکھیں، جس کی ردیف ہی افسوس ہے:

یار ہم سے جدا ہوا افسوس
نہ جدا ہو کے پھر ملا افسوس
دل حسرت گر ہے رخصت کی
چلتے اُن نے نہ کچھ کہا افسوس
باچھیں پھٹ پھٹ گئیں ہیں گھگھیاتے
بے اثر ہو گئی دعا افسوس(۹)

میر کی شاعری میں رنج وغم کے ساتھ ساتھ لطافت، شیرینی اور سادگی و روانی کی ایک جھلک بھی نظر آتی ہے۔ میر نے جس موضوع کو بھی چھیڑا ہے، اس کے اندر اتر کر اس کی گہرائی تک گئے ہیں۔ بلند خیالی، ہم آہنگی اور وُسعتِ نظر آپ کے ہاں کمال درجے کی ہے۔ وہ اچھی شاعری کے تمام رموز و اوقاف جانتے ہیں۔ایک جگہ پر ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی یوں لکھتے ہیں:

''اپنی بے کسی بربادی اور دنیا کی بے کسی اور بربادی ان کے خاص موضوع ہیں۔اسی حسرت زدگی کے باعث ان کے انداز میں صفائی و شستگی، سادگی و روانی آ گئی ہے۔ جسے مترنم سادہ پُرکاری کہا جاسکتا ہے لیکن وہ محض ایک یاس انگیز لے ہو کر نہیں رہ گئی ہے۔انھیں شاعرانہ فن بھی آتا ہے۔اپنی تصویریں بہت مکمل اور لطافت کے ساتھ کھینچتے ہیں۔''(۱۰)

میر نے اپنے محبوب کی بے اعتنائی اور سرد مہری کا ذکر بھی کیا ہے۔ جب میر کا دل اپنے محبوب کے لیے تڑپتا ہے اوراُس کی یاد میں آہیں بھرتا ہے تو میر اپنے محبوب کو ملنے کے لیے کہتا ہے مگر وہ انکار کر دیتا ہے۔ میر اپنے یار کی اِس بے اعتنائی کو شعر کے سانچے میں یوں ڈھالتے ہیں:

میں نے کہا کہ آتشِ غم میں جلے ہے دل
وہ سرد مہر گرم ہو کے بولا ، جلا کرے(۱۱)

میر نے اپنی شاعری میں سوز و گداز کی ترجمانی بھی کی ہے اور جذبات و خیالات کا اظہار بھی، آپ کی شاعری میں نازک مزاجی بھی ہے اور عارفانہ رنگ بھی، آپ کی شاعری میں غیرت وحمیت بھی ہے اور عاشقانہ رنگ بھی، آپ کی شاعری میں شراب ومستی کا ذکر بھی ہے اور فلسفہ کی آمیزش بھی، انتہائی لطیف احساس بھی ہے اور خوش مزاجی بھی۔لہٰذا میر کی شاعری میں ایسے بے شمار رنگ ایک ساتھ نظر آتے ہیں جو دیگر شعرا کے ہاں ایک جگہ نظر نہیں آتے۔ آپ کی شاعری اس معاشرے میں بسنے والے ہر انسان کی عکاسی کرتی ہے۔اس لیے ''میر سب کے لیے'' ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ میر تقی میر، کلیاتِ میر، مرتبہ ملک علی خان فائق، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۱ء، ص:۳۰
۲۔ ایضاً ص:۲۳
۳۔ آل احمد سرور، پروفیسر، مجموعۂ تنقیدات، مرتبہ: عاصمہ وقار، لاہور: الاعجاز پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص:۱۰۳
۴۔ میر تقی میر، کلیاتِ میر، مرتبہ: کلب علی خان فائق، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۰ء، ص:۵۰

۵۔ محمد جمیل احمد، اردو شاعری پہ ایک نظر، کراچی: غضنفر اکیڈمی پاکستان، ۱۹۸۵ء، ص:۹۷
۶۔ میر تقی میر، کلیاتِ میر، مرتبہ: کلب علی خان فائق، ص:۶۵
۷۔ ایضاً، ص:۲۸۷
۸۔ یحییٰ امجد، فن اور فیصلے، لاہور: مطبع عالیہ، ۱۹۶۹ء، ص:۶۲
۹۔ میر تقی میر، کلیاتِ میر، مرتبہ: کلب علی خان فائق، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۱ء، ص:۸۶۔۶۹
۱۰۔ نورالحسن ہاشمی، ڈاکٹر، دہلی کا دبستانِ شاعری، لاہور: بک ٹاک، ۱۹۹۱ء، ص:۱۵۸
۱۱۔ میر تقی میر، کلیاتِ میر، مرتبہ: کلب علی خان فائق، ص:۲۷۵

☆......☆......☆